مکاتیب

ممتاز اہل علم کی تنقیدات اور تبصرے

زیرنظر خطوط کی اشاعت کے ساتھ ہی 'محدث' میں مکاتیب کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا جارہا ہے تاکہ قارئین کی قیمتی آرا اور تبصرہ وتاثرات کے ذریعے اِفادہ واستفادہ کا سلسلہ شروع کیا جائے۔ بعض خطوط میں بڑے قیمتی نکات ہوتے ہیں، جن کو نظرانداز کرنا مناسب نہیں ہوتا۔ اُمید ہے کہ ہمارے قارئین اس سلسلے کو پسند فرمائیں گے اور مجلّہ ومضامین میں پائی جانے والی ضروری اصلاح وتنقید سے تحریری طور پر مطلع فرما کر 'محدث' کے اس سلسلہ کو جاری وساری رکھیں گے۔ مدیر

① مراسلہ از مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ، فیصل آباد

بخدمت محترم ومعظم مولانا حافظ عبدالرحمٰن مدنی صاحب، زادكم الله عزاً وشرفاً

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاجِ گرامی!

آپ کی زیرنگرانی شائع ہونے والے، جامعہ لاہور الاسلامیہ کے ترجمان ماہنامہ 'رُشد' کی تین خصوصی اشاعتیں جو 'قراءات نمبر' کے عنوان سے آپ اور آپ کے رفقاے کار نے زیورِ طبع سے آراستہ کرکے اہل علم کے ہاتھ میں تھما دی ہیں، اس پر جس قدر بھی آپ کا شکریہ ادا کیا جائے، کم ہے۔ بلا شبہ آپ نے ملت اسلامیہ کے پیروکاروں پر بالعموم اور اہل علم پر بالخصوص یہ احسانِ عظیم کیا ہے۔ قراءات اور بالخصوص قراءاتِ سبعہ وعشرہ پر مستشرقین اور ان کی معنوی ذرّیت نے جس قدر اعتراضات کئے تھے، اس 'قراءات نمبر' میں ایک ایک کا مدلل جواب ہے۔ والحمد لله على ذلك!

علمی مضمون لکھنا اپنی جگہ ایک مشکل مسئلہ ہے، لیکن اہل علم سے مضمون لکھوانا اس سے بھی مشکل مرحلہ ہے۔ اس راہ کی صعوبتوں سے وہی واقف ہے جو عملاً صحافتی میدان میں اُترا ہو۔ یہ قراءات نمبر دیکھ کر یہ احساس بڑی شدت سے اُبھرتا ہے اور اس میں خوشی بھی محسوس ہوتی ہے کہ آپ کا ماشاء اللہ تمام اہل علم سے رابطہ ہے۔ سبھی آپ کی آواز پر لبیک کہتے ہیں اور آپ نے بھی سبھی حضرات کو پذیرائی بخشی ہے اور ان کی قدر افزائی فرمائی ہے۔ اہل حدیث ہوں

یا دیوبندی یا بریلوی تینوں مکتبِ فکر کے اہل علم نے اپنا اپنا فریضہ ادا کیا ہے اور قرآنِ مجید کی قراءات کے حوالے سے سبھی یک زبان ہیں۔ جزاء هم الله أحسن الجزآء

'قراءت نمبر' کی پہلی دو جلدیں ساڑھے سولہ سو صفحات پر مشتمل ہیں اور اب یہ تیسری جلد ماشاء اللہ ایک ہزار بتیس صفحات کو محیط ہے اور اس میں لکھا ہے کہ ایک جلد مزید ان شاء اللہ شائع ہوگی، یہ چاروں جلدیں علم قراءات پر ایک 'موسوعہ علمیہ' کی حیثیت رکھتی ہیں۔ پاک وہند تو کیا پورے عالم اسلام میں علم قراءت کے حوالے سے اس قدر علمی مباحث پر مشتمل کسی مجموعہ یا موسوعہ (انسائیکلوپیڈیا) کی بھنک کبھی کان میں نہیں پڑی۔ اس موضوع پر بحث و تحقیق کرنے والوں کے لیے بلاشبہ آپ کے مجلّہ 'رشد' کا یہ نمبر رشد وہدایت کا باعث بنتا رہے گا۔

مجلّہ 'رشد' کے حالیہ تیسرے شمارے میں حضرت سیدنا عثمانؓ کے مصحف اور اس کے رسم الخط پر بڑی نفیس اور ایمان پرور تفصیل ہے۔ اسی طرح جمع قرآن اور تشکیل قراءات کی تاریخ، رسم اور قراءات کے مابین تعلق، علم الفواصل: توقیفی یا اجتہادی، قراءاتِ عشرہ کا تواتر اور سبعہ اَحرف کی تشریح، سبعہ احرف کی تنقیحات و توضیحات، جمع عثمانیؓ اور مستشرقین، کتاب المصاحف، معانی و احکام پر تجوید و ترتیل کے اثرات، قراءاتِ متواترہ کے فقہی احکام پر اثرات وغیرہ، یہ سب مضامین بڑے خاصے کی چیز ہیں۔ کراچی کے بقلم خود 'مفتی' محمد طاہر مکی کی حرکاتِ شنیعہ کا بھی اس میں خوب محاسبہ ہے۔ مگر محمد عطاء اللہ صدیقی صاحب کے قلم کی کاٹ کے سبھی معترف ہیں۔ انہوں نے مفتی طاہر کے لتّے لیے ہیں، اُنہیں خوب خوب لتھیڑا، پچھاڑا اور بڑی سنجیدگی سے اس کا پوسٹ مارٹم کیا ہے۔ لیکن عرض ہے کہ قرآنِ مجید کی تعلیم تو بہرحال یہ ہے کہ ﴿ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ نے بھی جو مختلف قراءتوں پر مشتمل قرآنِ مجید شائع کرنے پر خدشات کا اِظہار فرمایا ہے، بلاشبہ آپ نے مثبت اور مبنی برحقیقت بڑی متانت سے اس کا جواب دیا ہے۔ کیا ہی خوب ہوتا کہ اسی علمی اُسلوب پر ہمارے صدیقی صاحب بھی قائم رہتے۔ ان کی علمی شان کے یہی مناسب تھا اور اسی کی ان سے توقع ہوتی ہے۔

مدنی رسم، ضبط اور فواصل میں پاکستان میں قرآنِ کریم کی اشاعت

آپ کے علم میں ہوگا کہ 'مفتی' محمد طاہر کے ہاں جو استفتا ذاکر حسین کی طرف سے آیا،

تقریباً وہی استفتا اِسی ذاکر حسین، نارتھ ناظم آباد کراچی نے الجامعہ الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن بھی بھیجا جس کا جواب وہاں کے ترجمان 'بینات' کے شمارہ نمبر۴ رجلد نمبر ۷۳ ربیع الآخر ۱۴۳۱ھ میں شائع ہوا۔ یہ جواب آپ کی نظر سے ضرور گزرا ہوگا۔ اُنہوں نے قراءت کے اختلاف کو قطعی، متواتر اور اسے قبول کرنا واجب قرار دیا ہے مگر اختلافِ قراءت پرمبنی قرآن پاک کی اشاعت کو قرینِ مصلحت نہیں سمجھا۔ اس حد تک تو بات واقعی قابل توجہ ہے۔

رسم ضبط اور فواصل کا اختلاف آپ سعودیہ میں، پاکستان اور ہندوستان میں شائع ہونے والے قرآنِ مجید میں محسوس کرتے ہوں گے اور یہ بات بھی حرمین میں آپ کے مشاہدے میں آئی ہوگی کہ برصغیر کے اچھے بھلے پڑھے لکھے بلکہ حفاظِ قرآن بھی وہاں ہندی رسم ضبط میں تلاوت کو ترجیح دیتے ہیں اور سعودیہ میں شائع ہونے والے مصحفِ پاک میں تلاوت میں دقت محسوس کرتے ہیں۔ اس مصلحت کا تقاضا تو یہی ہے کہ دیگر رسم ضبط وفواصل یا قراءات پرمبنی مصحفِ پاک کو یہاں شائع نہ کیا جائے۔ حرمین میں چونکہ مشرق ومغرب، شمال وجنوب سے مسلمان آتے ہیں، وہاں ان تمام کی رعایت سے ایسے اختلاف پر مبنی مصحف شریف کی اشاعت کی گئی ہے تو اس کی گنجائش ہے یا ان علاقوں میں ان کی اشاعت درست ہے جہاں جہاں وہ رسم رائج ہے۔

آپ نے مولانا تقی عثمانی صاحب کے جواب میں جولکھا ہے کہ برصغیر میں روایتِ حفص وغیرہ میں اختلافِ تنوع شائع شدہ ہے۔ بلا ریب درست ہے اگر اسی اختلاف کی وضاحت کے باوصف قرآنِ پاک میں تحریف یا تبدیلی کا کہیں دور دور تک شائبہ نہیں، تو مختلف رسم ضبط یا قراءات پرمبنی مصحفِ پاک بھی اہل علم کے ہاں کسی تشویش کا باعث نہیں ہوگا۔ بلکہ سعودیہ میں تو یہ شائع شدہ ہیں، ان کی بنیاد پر عالم اسلام میں کوئی بھونچال نہیں آیا، کوئی احتجاج نہیں ہوا۔ البتہ یہاں عامۃ الناس کے احوال کے تناظر میں یہ واقعی قرین مصلحت نہیں۔

مجھے 'بینات' کے مفتی صاحب کی یہ بات بڑی عجیب سی محسوس ہوئی ہے، جو اُنہوں نے اختلافِ قراءات پرمبنی مصحف کی اشاعت کو کسی بڑے خطرے کی علامت قرار دیتے ہوئے کہی ہے کہ ''کچھ بعید نہیں کہ یہ کوشش وجسارت آگے چل کر کتاب اللہ کی اَبدی حفاظت کے وعدے کو غیر مؤثر بنانے کی اسکیم کا حصہ ہو۔'' (بینات:ص۶۱) حالانکہ منکرین قراءاتِ متواترہ

بھی تو یہی کہتے ہیں کہ یہ قراءتیں قرآنِ مجید کی 'ابدی حفاظت' کے خلاف ہیں، جبکہ قراءات کی محفلوں میں سبعہ وعشرہ قراءتوں پر مبنی قرائے حضرات کی تلاوت کو تو آج تک کسی رجل رشید نے قرآنِ پاک کی حفاظت کے منافی نہیں سمجھا۔ مگر بینات کے مفتی صاحب کو ان کی اشاعت حفاظتِ قرآن کے منافی نظر آتی ہے۔ حالانکہ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ اختلافِ قراءات پر مبنی مصحف پاک عرب ومغرب میں شائع شدہ ہے نیز ان کی اشاعت کو کسی قابل اعتبار صاحب علم نے حفاظتِ قرآن کو غیر مؤثر کرنے کی اسکیم نہیں قرار دیا۔

قرآنِ پاک کی اشاعت بلا ریب رسم عثمانی پر لازم ہے اور اس میں اختلافِ قراءات کی رعایت بھی موجود ہے بلکہ بینات کے مفتی صاحب نے فرمایا ہے کہ

> ''رسم عثمانی کے موافق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان مصاحف میں سے کسی ایک میں لکھی ہو جو حضرت عثمان غنیؓ نے لکھوائے تھے۔'' (بینات: ص ۵۵)

قابل غور بات ہے کہ یہ بات کہہ کر اُنہوں نے اعتراف نہیں کیا کہ رسم عثمانی میں جو مصحف تیار ہوئے تھے، ان میں کچھ اختلاف تھا؟ اگر اس حقیقت کے باوجود حفاظتِ قرآن پر یہ اختلاف مؤثر نہیں تو مختلف قراءتوں پر اشاعت ہی میں وہ اتنا خدشہ کیوں محسوس کرتے ہیں؟

قراءت کے حوالے سے یہ باتیں نوکِ قلم پر آ گئی ہیں، ورنہ یہ ناکارہ اس فن سے آشنا نہیں۔ آپ کی ان خصوصی اشاعتوں کی بدولت کچھ شد بد ہوئی ہے۔ دیگر فنون کی طرح اس کا دائرہ بھی نہایت وسیع ہے۔ جس کا اندازہ اسی سے ہوجاتا ہے کہ ضاد اور ظاء کے فرق پر لکھی گئیں کتابوں کی تعداد دس سے زائد ہے جیسا کہ اس تیسرے قراءات نمبر کے صفحہ ۴۹۹، ۵۰۰ میں بیان ہوا ہے۔

پاکستان میں شائع ہونیوالے مصاحف کی صورتِ حال

'پاکستانی مصاحف کی حالتِ زار اور معیاری مصحف کی ضرورت' کے عنوان سے شائع ہونے والا مضمون بڑا وقیع اور فکر انگیز ہے۔ تقریباً اسی عنوان سے ایک مضمون 'رشد' کے خصوصی شمارۂ اوّل میں بھی شائع ہوا ہے جس میں ضبط، فواصل اور اَوقاف کے اختلاف کا ذکر ہوا ہے۔

چند سال پہلے صادق آباد ضلع رحیم یار خان کے مولانا مفتی محمد ابراہیم صادق آبادی کے اس حوالے سے مضامین اور بالآخر 'قرآنِ مجید؛ تحریف کی زد' کے نام سے کتاب شائع ہوئی

تھی۔ جس میں اُنہوں نے پاکستان میں شائع ہونے والے ستائیس نسخوں کی اغلاط شائع کی تھیں جس میں بعض اغلاط تو واقعی حیران کن ہیں۔ ان کی یہ کوشش قابل ستائش ہے۔ کتاب کے نام میں 'تحریف' خطرے کا الارم ہے۔ یہ اکثر و بیشتر اغلاط ضبط اور رسم کے حوالے سے ہیں اور بعض میں شرمناک حد تک غلطیاں پائی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے اور قرآنِ مجید کے حوالے سے اس قسم کے تغافل سے بچائے۔

❁ اس تیسری جلد کے صفحہ ۸۶۳ میں ذکر ہے کہ روایتِ حفص کے مطابق بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سورۃ فاتحہ کی پہلی آیت ہے اور پاکستانی مصاحف میں یہ آیت شمار نہیں کی گئی بلکہ اَنعمت علیھم پر آیت کا نشان لگانے کی بجائے صرف ۶ نمبر دے کر سورۃ الفاتحہ کی سات آیات پوری کردی گئیں ہیں۔ مجھ جیسے مبتدی کو سمجھ نہیں آئی کہ جب برصغیر میں روایتِ حفص جاری و ساری ہے تو سورۃ الفاتحہ میں اس سے علیحدہ اُسلوب کیوں رکھا گیا؟ بسم اللہ، سورۃ الفاتحہ کا جز ہے یا نہیں؟ یہ فقہاء میں ایک اختلافی مسئلہ ہے مگر یہاں کیا یہی فقہی اثر روایتِ حفص سے انحراف کا سبب تو نہیں؟

بلکہ رموز الاوقاف میں تو سورۃ الفاتحہ کی ابتدائی آیات پر 'لا' لکھ دیا گیا، جو سعودی مصاحف کے بھی خلاف ہے اور مسنون قراءات کے بھی۔ بالکل یہی معاملہ سورۃ الاعلیٰ کی آیات کے ساتھ ہے اور اچھے بھلے قرا حضرات اسی کی پابندی کرتے ہیں، آخر کیوں؟

بعض قابل توجہ اُمور

بعض باتوں کی طرف مزید اشارہ ضروری سمجھتا ہوں:

① اسی تیسرے شمارہ کے صفحہ ۵۲۰ پر لکھا ہے:

قال الإمام أحمد حدثنا يزيد أنبأنا حماد بن سلمة عن عاصم بن أبي النجود عن أبي صالح عن النبي ﷺ قال: «إن الله اطلع على أهل بدر فقال: اعملوا ما شئتم فقد غفرت لكم» [صحیح بخاری: ۳۰۰۷، ۳۰۸۱]

ظاہر ہے کہ یہاں 'صحیح بخاری' کا حوالہ بہرحال درست نہیں بلکہ یہ مسند امام احمد سے ہے اور صحابی کا نام بھی ذکر نہیں ہوسکا۔ صحابی حضرت ابوہریرہؓ ہیں اور حدیث نمبر ۷۹۲۷ ہے۔

② صفحہ ۸۸۶ پر آپ نے حضرت عروہ بارقی کی روایت کے بارے میں بحث☆ کی ہے کہ یہ روایت صحیح بخاری میں ضعیف سند سے ہے۔ ایسی روایت صحیح بخاری میں کیوں ہے، اس کے بارے میں آپ نے حافظ ابن حجرؒ کی بلوغ المرام سے یہ عبارت ذکر کی ہے کہ "أخرجه البخاري في ضمن حديث ولم يسق لفظه" ''امام بخاریؒ نے ایک دوسری حدیث کے ضمن میں اس حدیث کا اخراج کیا ہے، لیکن اس متن کی روایت

<u>وضاحت:</u> واضح رہے کہ عروہ بارقی کی حدیث پر بحث کرتے ہوئے مولانا ارشادالحق اثری حفظہ اللہ اس امر کو نظر انداز کر گئے ہیں کہ میرے انٹرویو میں یہ گفتگو ایک واقعہ کی خبر ہے۔ میں اس گفتگو کی روایت کرتے ہوئے کوئی نکتہ اپنی طرف سے شامل نہیں کرسکتا تھا حالانکہ زمانۂ طالبِ علمی کے اس واقعہ کے بعد مجھے اس بات کی تحقیق بھی حاصل ہوئی کہ عروہ بارقی کی یہ حدیث دیگر شواہد کی بنا پر کم ازکم حسن درجہ کی بن جاتی ہے (جس طرح إرواء الغلیل میں شیخ البانیؒ نے لکھا ہے) لیکن مدینہ یونیورسٹی کے اسٹاف روم میں صرف یہ نکتہ زیر بحث تھا کہ کیا اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح کی شرط پر ہونے کی بنا پر روایت کرنے کا مقصد رکھتے ہیں یا نہیں؟ کیونکہ وہ اس کی سند کا یہ متفقہ نکتہ بیان کررہے ہیں کہ شبیب بن غرقدہ عروہ بارقی سے براہِ راست جو روایت کرتے ہیں وہ الخيل معقود بنواصي الخيل إلى يوم القيامة ہے۔ چنانچہ اثری صاحب خود یہ تسلیم کرتے ہیں کہ عروہ بارقی والی حدیث امام بخاری کی شرط پر نہیں ہے حالانکہ یہ بھی ایک تعلیل ہے، اگرچہ اپنے اسی مکتوب میں دوسری جگہ یہ فرمانا کہ ''وہ (ابن حجر) تو اس کی صحیح بخاری میں تخریج کا دفاع کرتے ہیں'' ایک تضاد ہے۔

اس ضمن میں مولانا اثری اس امر پر بھی توجہ فرمائیں کہ حافظ ابن حجر صرف ولم يسق لفظه نہیں کہتے بلکہ "أخرجه البخاري في ضمن حديث" کے بعد ولم يسق لفظه کا اضافہ کررہے ہیں جس کا مفہوم یہی بنتا ہے کہ امام بخاری کا مقصود عروہ بارقی والی حدیث اپنی صحیح میں روایت کرنا نہیں ہے، کیونکہ بلوغ المرام میں 'اخراج' کا لفظ بھی موجود ہے جس کا مطلب نہ صرف ذکر حدیث سے ہے بلکہ اس کے معیار کے پیش نظر علتِ خاصہ کا اجمالی بیان بھی اس میں شامل ہے لہٰذا ابن حجر کی یہ عبارت کئی اہم نکتوں پر مشتمل ہے۔

میرا رجحان اب بھی ابن قطان وغیرہ کی طرف ہے جسے میں نے اپنے انٹرویو میں علت کا بیان یا علت کا استدلال نہیں کہا بلکہ تعلیل کی طرف صرف ایک اشارہ قرار دیا ہے۔ مولانا اثری تخریج کے اپنے ذوق وشوق کی لہر میں اس پر اپنی تحقیق وتبصرہ پیش کررہے ہیں جبکہ میں اپنے انٹرویو میں مدینہ یونیورسٹی میں طالب علمی کے دوران پیش آنے والے واقعہ کی صرف خبر دے رہا ہوں۔ ایسی صورت میں میں اپنی طرف سے کوئی تفصیلی بحث کے موڈ میں نہیں تھا، اب بھی میں اختصار سے کام لے رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں فن حدیث کی حقیقی معرفت عطا فرمائے۔ (مدنی)

نہیں کی۔'' آپ فرماتے ہیں کہ حافظ ابن حجرؒ نے اس عبارت میں اسی حدیث کے معلول ہونے کا اشارہ کیا ہے۔ یہ بات تو درست ہے کہ حضرت عروہؓ کی روایت میں بکری کی خرید وفروخت کا حصہ صحیح بخاری کی شرط پر نہیں، کیونکہ اس میں شبیب بن غرقدہ، قبیلے کے افراد سے روایت کرتے ہیں اور وہ مبہم ہیں اور علامہ ابن قطان، علامہ منذری وغیرہ نے یہ اعتراض کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حصہ امام بخاری کا مقصود نہیں بلکہ مقصود "الخير معقود بنواصي الخيل" کے الفاظ ہیں، لیکن اس کے لیے بلوغ المرام میں حافظ ابن حجر کے الفاظ سے اس کے معلول ہونے پر استدلال محل نظر ہے۔اس لیے کہ "لم يسق لفظه" کا مفہوم اس کے متن کی روایت نہیں کی، جیسا کہ آپ نے بیان فرمایا ہے۔ مزید غور طلب ہے، کیونکہ اس جملہ سے عموماً یہی مراد لیا جاتا ہے کہ اس کے الفاظ بیان نہیں کیے، ذکر نہیں کیے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ حافظ ابن حجرؒ کا کہنا کہ "لم يسق لفظه" درست نہیں ہے جیسا کہ آپ نے بھی ذکر کیا ہے۔

حافظ ابن حجر کے ان الفاظ کو بیانِ علت پر محمول کرنا اس لیے بھی درست نہیں کہ فتح الباری میں اُنہوں نے حافظ ابن قطان وغیرہ کے اعتراض کا جواب دیا ہے، ان کے الفاظ ہیں:

"لكن ليس بذلك ما يمنع تخريجه ولا ما يحطه عن شرطه لأن الحي يمنع في العادة تواطؤهم على الكذب...... الخ" [فتح الباری: ج۶/ص۶۳۵]

اس کے بعد یہ کہنا کہ بلوغ المرام کے الفاظ بیانِ علت کے لیے ہیں، بالکل درست نہیں ہے، وہ تو اس کی صحیح بخاری میں تخریج کا دفاع کرتے ہیں۔ اُمید ہے آپ اس پر نظر ثانی فرمائیں گے۔

③ اسی طرح صفحہ ۵۰۳ پر حدیث: «ليس منا من لم يتغن بالقرآن» کا مفہوم بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ

''خوبصورت پڑھنے کی صلاحیت کے باوجود اگر خوبصورت نہ پڑھے تو اُمت سے خروج کی وعید کا مستحق ٹھہرے گا۔''

"ليس منا" کے الفاظ سے 'اُمت سے خروج' کا مفہوم کشید کرنا اپنے اندر خارجیت کا عنصر لیے ہوئے ہے جبکہ اس کا صحیح مفہوم "ليس من أهل سنتنا و طريقتنا" کا ہے کہ یہ ہماری سنت اور ہمارا طریقہ نہیں، جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے بھی لکھا ہے:

"ليس منا" أي من أهل سنتنا وطريقتنا، وليس المراد به إخراجه عن الدين" [فتح الباری: ج۳/ص۱۶۳]

آخر میں اس شاندار قراءات نمبر کی اشاعت پر مکرر ہدیۂ تبریک قبول کیجئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس نمبر کی تیاری اور اشاعت میں حصہ لینے والے تمام اہل علم وقلم اور منتظمین کو اجر عظیم عطا فرمائے اور اس میدان کے راہرو حضرات کے لیے اسے رُشد و رہنمائی کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

② مراسلہ مولانا یوسف انور حفظہ اللہ، فیصل آباد

عزیز مکرم ڈاکٹر حافظ حسن مدنی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

اُمید ہے آپ بفضلہ تعالیٰ بخیریت ہوں گے۔ مئی ۲۰۱۰ کا 'محدث' موصول ہوا۔ 'پاکستان میں نفاذِ شریعت کے اہم مراحل' کے زیرعنوان آپ کا اداریہ ماشاء اللہ موضوع کی مناسبت سے خوب تر ہے۔ خصوصاً آئین ودستور کی تیاری کی اوّلین کوشش، قراردادِ مقاصد کا متن اور ۳۱ علماے کرام کے ۲۲ نکات کی تفصیل وترتیب نوجوان علما اور نئی نسل کی معلومات میں ایک اضافہ ہے۔

مجھے اس سلسلے میں جو عرض کرنا ہے، وہ یہ کہ ان دونوں محاذوں پر علماء اہلحدیث کی خدمات سرفہرست ہیں۔ ۱۹۴۹ء میں پہلی دستور ساز اسمبلی جس نے قراردادِ مقاصد پاس کی، اس کی نوک پلک سنوارنے میں مشرقی پاکستان سے مولانا محمد اکرمؒ خان اور علامہ راغبؒ احسن کا نمایاں کردار تھا۔

۳۱ علماء کے ۲۲ نکات مرتب کرنے میں مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ کا اہم رول ہے جس کا پس منظر یہ ہے کہ ان دنوں مسلم لیگ کے صدر چودھری خلیق الزمان نے علماے اسلام کو تضحیک کا نشانہ بناتے ہوئے اخباری بیان دیا تھا کہ یہ علما جو نفاذِ اسلام کا مطالبہ کررہے ہیں مگر یہ لوگ کئی فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں، ہم کس فرقہ کا اسلام نافذ کریں؟

اس چیلنج کو مولانا غزنوی نے قبول کرتے ہوئے مجلس احرار کے ناظم دفتر ہمارے بزرگ دوست مولانا مجاہد الحسینی کو تمام مکاتبِ فکر کے علما کی طرف ایک مکتوب دے کر بھیجا۔ مولانا مجاہد الحسینی جو فیصل آباد میں مقیم ہیں اور اُنہوں نے ایک ملاقات میں مولانا کے ہاتھ کا لکھا ہوا وہ مکتوب مجھے دکھایا تھا۔ مولانا غزنوی نے اس میں لکھا تھا کہ ہمیں مل بیٹھ کر یہ چیلنج قبول کرتے ہوئے متفقہ لائحہ عمل کی صورت میں جواب دینا چاہیے تاکہ قیامِ پاکستان کے بڑے مقصد کے